سوال

(665) مسلک اہل حدیث کی حقیقت واصلیت

جواب

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

مسلک اہل حدیث کی حقیقت واصلیت

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

مسلک اہل حدیث کی حقیقت واصلیت

حقیقت یہ ہے کہ عہد رسالت میں سوائے کتاب اللہ کے نہ کوئی کتاب لکھی گئی تھی۔ نہ فقہی احکام ہی جمع کرکے لوگوں کو ان کی اتباع کےلئے کہا گیا۔ صحابہ کرام رضوان للہ عنہم اجمعین کا یہ معمول تھا کہ وہ قرآنی احکام پر عمل کرتے۔ اور جو کچھ دریافت کرنا ہوتا۔ حضور نبی کریم ﷺ سے پوچھ لیتے تھے۔ یا خود آپ ﷺ کوئی حکم فرماتے۔ یا تقریر کرتے یا کوئی کام کرتے اور جو لوگ اس وقت خدمت مبارک میں موجود ہوتے وہ اسے یاد کرلیتے۔ اور جو اس وقت موجود نہ ہوتے ان کو زبانی یا لکھ کر پہنچادیتے۔ اور خود نبی کریم ﷺ نے بعض احکام لکھواکر روانہ فرمائے۔ چنانچہ محمد بن عمرو بن حزم کو ایک پوری کتاب روانہ فرمائی۔ اس طرح رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں تبلیغ احادیث نبویہ اور ان کے مطابق فتویٰ دینے کےلئے ایک جماعت صحابہ کرام رضوان للہ عنہم اجمعین کی قائم ہوگئی تھی۔ جس میں بڑے بڑے مندرجہ ذیل صحابہ کرام موجود تھے۔ خلفائے راشدین عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابی بن کعبر ضی اللہ تعالیٰ عنہ معاذ بن جبلر ضی اللہ تعالیٰ عنہ عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سلمان فارسی رضوان للہ عنہم اجمعین جب آپ ﷺ نے وفات پائی۔ خلافت راشدہ کا ممتاز زمانہ آیا۔ اور کثرت فتوحات کے سبب اسلام دور دور ممالک میں پہنچا۔ تو اس وقت صحابہ کرام رضوان للہ عنہم اجمعین مختلف اطراف میں پھیل گئے کوئی شام چلاگیا۔ کوئی عراق۔ کوئی مصر۔ کوئی بصرہ۔ وہاں بھی ان کا طریق عمل وہی رہا کہ جو کچھ انہوں نے آپ ﷺ کو کرتے دیکھا تھا۔ یا سنا تھا۔ اسی پر خود عمل کرتے تھے۔ اور دوسروں کو بھی یہی تلقین کیا کرتے تھے۔ اتفاق سے اگر کوئی مسئلہ جدید پیش آجاتا۔ تو وہ کسی دوسرے صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو وہاں موجود ہوتے دریافت کرلیتے۔ اور اگر کسی معاملے میں کوئی صریح حکم کتاب وسنت میں نہیں ملتا تھا۔ تو قرآن وحدیث کے وضع کردہ اُصولوں پر غور کرکے اس پر اس معاملے کو قیاس کرلیا کرتے تھے۔

صحابہ کرام رضوان للہ عنہم اجمعین کے بعد تابعین اور تبع تابعین کا زمانہ آیا۔ توانہوں نے بھی یہی روش اختیار کی جو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا تابعی رحمۃ اللہ علیہ جس ملک یا شہر میں ہوتے۔ تو سب لوگ اس ملک اور اس شہر کے تابعی یا صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مسائل دین حاصل کرتے۔ اور اس وقت تک اس کے فتوے سے تجاوز نہیں کرتے تھے۔ جب

تک کسی دوسرے صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یاتابعیر حمۃ اللہ علیہ موجودہوقت سے کوئی بات معلوم نہ کرلیتےتھے۔ چنانچہ اہل مدینہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فتویٰ پرعامل تھے۔ اہل کوفہ حضرت عبداللہ بن مسعود کے فتاووں پر عمل پیرا ہوتےتھے۔ یہی حال دوسرے ملکوں اورشہروں کا تھااس طرح اگرچہ عملا بعض مسائل میں لوگ مختلف تھے مگرکوئی کسی پر نکتہ چینی نہیں کرتا تھانہ کوئی کسی کوبُرا جانتا تھا۔ کیونکہ سب کا مقصداتباع کتاب وسنت تھا۔

ہندوستان میں عمل بالحدیث

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے ایک جم غفیر کواہل حدیث کہلوانے کی ضرورت کیوں پڑی۔ دراصل اگر تقلیدی مذاہب کا رواج پیدانہ ہوتا تواس گروہ کواپنے مسلک کا اہل حدیث نام رکھنا بے کار ہوتا۔ مقلدین کا گروہ اپنے ائمہ کے اجتہادوں پراس حدتک اڑگیا۔

انہوں نےاپنے اصول پر یہ چیز داخل کرلی کہ خواہ حدیث صحیح بھی ہواگرامام کہ فتوی کوہر گزنہ چھوڑا جائے اس وجہ سے ایسے مسلمان کی جوکسی امام اورفیقہ کے قول اور فتوی کی بنیاد پر حدیث کوچھوڑنا گوارانہ کرتےتھے یہ جماعت عرب ہی میں پائی جاتی تھی مکہ ومدینہ ملک حجازمیں اس کی کثرت تھی اوروہ اس لئے کہ حدیثوں کوجاننے زیادہ تر صحابہ اکرام رضوان للہ عنہم اجمعین تھے اور صحابہ اکرام رضوان للہ عنہم اجمعین عموما اسی ملک کے باشندے تھے اوراسی ملک میں زیادہ تر رہے اس لئے اہل حجاز کواجتہاد رائے اورقیاس کی ضرورت کم پیش آئی اس کے برخلاف کوفہ بغداداورملک عراق کے باشندوں کواجتہاداور رائے قیاس سے زیادہ کام لینے کی ضرورت پڑی وہ اس لئے کہ وہاں حدیثوں کی تعداد بہت کم تھی اور صحابہ اکرام رضوان للہ عنہم اجمعین کی نہایت قلیل تعدادان ملکوں میں رہتی تھی یہی وجہ ہے کہ قدیم اہل علم میں علماء اہل حجاز کواہل حدیث اوراہل روایت کے نام سے اوراہل عراق کواہل اجتہاداہل الرای کے نام سے پکارا جانے لگا بس یہ سے اہلحدیث اوراہل الرائے کے راستے الگ الگ ہوگے اہل الرائے یہاں تک بڑھے کہ کثرت سے اماموں کے فتاوں ہی کومانےلگے اور اکثر حدیثوں کوچھوڑدیا اوراحادیث کے ڈھونڈنے والوں اور مشعل راہ بنانے والوں کی اس قدر کمی ہوگئی کہ عراق وغیرہ کے شہروں میں عنقا ہوگئے جیساکہ امام سفیان ثوری علیہ السلام نے یوسف بن اسباط علیہ السلام سے فرمایا۔

واذا بلغک عن احد بالمشرق انہ صاحب السنۃ فابعث الیہ بالسلام واذا بلغک عن الاخر بالمغرب انہ صاحب السنۃ فابعث الیہ بالسلام فقد قل اہل السنۃ

یعنی ایک شخص مشرق میں اوردوسرا مغرب میں پابند سنت ہواور تمہیں خبر مل جائے توان کواپنا ہدیہ اسلام ارسال کروکیوں کہ اہل سنت کی تعداد کم ہوگئی ہے امام سفیان ثوری علیہ السلام کے اس قول کوامام ابن جوزی علیہ السلام نے اپنی مشہورکتاب تلبیس ابلیس میں نقل کیا ہے جن کی احتیاط نقاک محدثین میں بہت شہرت کی ہے جب اسلام عرب سے نکل کر عجم کی طرف اورعربی الاصل مسلمان اپنےاپنے معتقدات اور مسلمات کولے کر جانےلگے توتاریخ کی کتابوں اور عرب سیاحوں اورجغرافیہ نویسوں کی تحریرت وبیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان میں مسلمانوں کی آمدورفت کے دوہی راست تھے (1) خشکی کے راستے عراق اورایران سے ہوتے ہوئے خراسان کے دروں سے گزرکر شمالی ہند میں پہنچتے تھے 2 عراق عرب ویمن سے چل کربادبانی کشتیوں کے ذریعے دبل ٹھٹھ تھانہ علاقہ بمبئی اوردوسرے سواحلی بلادہائے میں پہنچتے تھے ہندوستان میں عام طورپر کثرت سے حنفی مذہب کے ماننے والے آئے ہیں بالخصوص خشکی کے راستےتھے شمالی ہند میں جولوگ آئے وہ عموما حنفی المذہب تھے البتہ سواحلی راستوں سے آنے والوں میں شافعی المذہب تھے اوراہلحدیث بھی تھے جس کا ثبوت تاریخوں سے بھی ملتا ہے اور آج بھی اس کے شواہد اس ملک میں موجودہیں اس لئے سواحلی شہروں میں شوافع کی آبادی بکثرت پائی جاتی ہے نیز جزازمیں ان کی کثرت ہے سندھ کواگرچہ مسلمانوں نے پہلی صدی کے آخرمیں فتح کیا عرب سیاحوں کے بیانات سے معلوم ہت ہے کہ ان کی بستی یہاں پہلے سے موجود تھی محمد بن قاسم کی فتح سے پہلے پانچ سوعرب مسلمان ایک عرب سردارکی ماتحتی میں مکران سے بھاگ کرراجہ داہر کے یہاں چلے آئےتھے یہی وہ راجہ داہر ہے جس پر محمد بن قاسم نے فتح پائی تھی اس زمانے کی تاریخوں میں اورعرب سیاحوں کے سفرناموں میں اس وقت کے حالات تو تفصیل کے ساتھ ملتے ہیں مگر یہ معلوم نہیں ہوتاکہ محمد بن قاسم کے ساتھ جو مسلمان آئےتھے چونکہ اس وقت تقلیدی مذہب پیدا ہی نہ ہوئےتھے اس لئے تقلیدی مذاہب کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا لہذا یہ یقین ہوتا ہے کہ پہلی صدی سے لے کردوسری صدی کے آخرتک جو مسلمان دنیا کے کسی حصہ میں گئے یا ہندوستان میں آئے وہ سب ہی مسلک اہلحدیث کے پابندتھے جس کا ثبوت اس طرح پر ہے کہ ت اریخ اورتذکرۃ الرجال میں علم حدیث کے راویوں کے حالات کی چھان بین سے معلوم ہوتا ہے کہ سندھ میں اسی زمانے میں بیشمار راویان حدیث موجوتھے جن میں سے بعض کے نام یہ ہیں ابومشر سندھی ابوعبدالملک محمد بن ابومعشر سندھی امام اوزی جن

کی بابت امام المحدثین حافظ حجر تحریر فرماتے ہیں –وکان اصلہ من السباء السند حافظ محمد خلف بن سالم سندھی ابو العباس فضل بن سکین سمیت سندھی ابو نضر فتح بن عبداللہ سندھی ابوال عطاء سندھی جو بہت مشہور قادر الکلام شاعر بھی تھے ربیع بن صبیح سندھی بصری امام ربیع بن صبیح اتباع تابعین میں سے ہیں جنھوں نے تابعین کا زمانہ پایا ہے اوران سے علوم حاصل کیے ہیں جو ہندوستان کے۔

کسی غزوہ میں بھی شریک ہوئے تھے اور اسی میں شہید ہوگئے بعض تذکرہ نویسوں نے گجرات کے شہر بھڑونچ میں ان کی قبر کا نشان بھی بتایا ہے صاحب طبقات ابن سعد اپنی مشہور کتاب میں تحریر فرماتے ہیں

خرج غاذیا الی الہند فی البحر فمات فدفن فی جزیرۃ من الجزائر س 140 ہجری فی الاول خلافۃ المہدي اخبرنی بذلک شیخ من اہل البصرۃ کان معہ (طبقات ابن سعد قسم دوم ج ۷ ص ۳٤-)

علامہ بلاذری نے فتوح البلدان میں اور علامہ ابن عماد الحنبلی نے اپنی مشہور کتاب شذرۃ الذہب میں بھی اسی کے قریب قریب لکھا ہے یہ حالات و واقعات دوسری صدی کے ہیں جو ہم بیان کر رہے ہیں ورنہ تیسری چوتھی صدی میں تو اہلحدیثوں کا سندھ میں عام طور پر پھیل جانا تاریخوں میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہے چنانچہ عرب کے مشہور سیاح بشاری مقدی جو-375 ہجری میں ہندوستان آیا تھا اپنی مشہور کتاب احسن التقاسیم میں سندھ کے مشہور شہر منصورہ کے حال میں لکھتا ہے یہاں کے ذمی بہت بت پرست لوگ ہیں اور مسلمانوں میں اکثر اہل حدیث ہیں یہاں مجھے قاضی امیر محمد منصوری سے ملنے کا اتفاق ہوا جو مذہب دئود ظاہری کے پابند تھے قاضی ابو العباس کی احمد بن صالح منصوری سندھی کی شخصیت جلیل القدر تھی اور وہ مذہب دئود ظاہری کے پابند تھے اسی طرح ملک کے نامور مورخ ابو ظفر مذوی اپنی کتاب تاریخ میں-363 جلد اول میں رقم فرماتے ہیں حدیث کا چرچا بھی اس تک منصورہ میں زیادہ رہا ہے چنانچہ اکثر یہاں قاضی اہلحدیث ہوتے قاضی ابو محمد منصوری حدیث کے بہت بڑے عالم اسی جگہ قاضی تھے اور اپنے وقت کے امام سمجھے جاتے تھے یہ بہت سی کتابوں کے مصنف تھے چونکہ حدیث کا ذوق زیادہ تھا اس لئے کہا جا سکتا ہے کہ ان کی کتابیں زیادہ تر حدیث ہی میں ہوں گی دوسرے مقام پر اسی طرح تحریر فرماتے ہیں منصورہ والوں میں زیادہ تر لوگ ظاہری دئود ظاہری محدث مذہب میں اور حدیث پر عمل کرتے ہیں قاضی ابو محمد منصوری کا ایک مدرسہ بھی ہے جس میں درس دیتے ہیں وہ خود بھی صاحب تصانیف ہیں متعدد کتابیں اچھی اچھی ان کی لکھی ہوئی ہیں۔

روایت کے علاوہ سندھ میں بعض محدثین کا بھی تذکرہ تاریخ اسلام میں پایا جاتا ہے بہت سے تذکرہ نگاروں نے ان کے تفصیلی حالات قلم بند کئے ہیں چنانچہ جس دور کا ہم تذکرہ کر رہے ہیں اس دور میں شیخ ابراہیم بن محمد بن عبداللہ دیبلی اور موسی بن ہارون اور محمد بن وعلی صواع شیخ علی بن موسی شیخ ابو القاسم شعیب بن محمد معروف ابن ابی القطان دیبلی بہت مشہور محدث تھے محدثین کے اس قسم کے تذکرے ابن اثیر نے اسد الغابہ میں اور حافظ ابن حجر نے اصابہ میں اور اسمعانی نے کتاب الانساب میں بڑی تفصیل سے کیے ہیں اگر ان کی تفصیلات دیکھنی ہیں تو عرب ہند کے تعلقات مصنفہ مولانا سید سلیمان مذوی اور تاریخ سندھ مصنفہ مولانا ظفر علی مذوی مطالعہ کیجیے۔

یہ سب حالات چوتھی صدی تک کے ہیں جو ہم بیان کر رہے ہیں اس سے آگے انقلابات شروع ہو جاتے ہیں دیالمہ سلاجقہ اور غزنویوں کا دور آجاتا ہے محمود غزنوی کے حملے ہندوستان پر شروع ہو جاتے ہیں اور بشمار مسلمان شمالی ہند میں پل پڑے ہیں اس زمانے میں نئے سرے سے کتاب وسنت کی طرف کچھ رجوع مسلمانوں میں پیدا ہوتا ہے خراسان کے شہروں میں بھی فقہ کے ساتھ ساتھ حدیث کی تعلیم شروع کی جاتی ہے جس کا کھوج اس سے لگتا ہے کہ محمود غزنوی خود حدیث کا شائق تھا جیسا کہ مشہور مصنف ابن عماد اپنی کتاب شذرۃ الذہب میں تحریر فرماتے ہیں۔

اس کی مجلس علماء سے معمور تھی وہ علم حدیث کا شائق تھا علماء اس کی موجودگی میں حدیث کا سماع کرتے اور وہ بھی روایت لینے والوں میں ہوتا اور حدیث کے متعلق استفسار کرتا رہتا۔

(شذرۃ الذہب جلد 3 جلد 3 ص 22 ونزہتہ الخواطر جلد 1 ص 94)

غزنوی عساکر کے ساتھ بہت سے نامور عالم اور محدث آئے اور ہندوستان اور بلاد خراسان میں علم حدیث کا چرچا ہوا مگر تھوڑے عرصہ بعد خانقاہی جمگھٹوں اور صوفیائے کرام کے جھمیلوں میں پھنس کر علم حدیث کی ترقی کو پھر بڑا بھاری دھکا لگا ایشیا کے بیشتر ملکوں میں تصوف کا رواج اس کثرت سے ہوا کہ مسلمانوں کے وہ علوم فنون جو بنی عباس اور بنی

امیہ کے دوار ترقی میں مدون کیے گئے تھے خانقاہیت اور تصوف کی جھپٹ میں آگئے اور اسلام صرف تصوف اور درویشوں کے ملفوظات اور تلقینات کا۔

نام رہ گیا ایرانیوں نے خود عربوں سے شعر و شاعری کا مذاق لے لیا تھا اس سے عشق یا تغزل کا دور ایران میں آچکا تھا اس کو ایرانیوں نے تصوف کے رنگ میں ڈھال لیا اور صوفیوں کی بے شمار کتابیں عربی فارسی اور اردو نثر و نظم میں وجود میں آگیئں اور جو تصوف درویشی اور فقیری تابعین اور تبع تابعین کے زمانہ میں حقیقی اسلام کو اپنے اندر لیے ہوئے تھی ایک نئے اسلوب میں ڈھالی گئی اور سچے متقی اور درویش اور صوفی نہ رہے بلکہ ان میں بے شمار رسومات اور بدعات پیدا ہو گئیں۔

پانچویں صدی سے لے کر آٹھویں صدی کے اواخر تک اسی حالت میں گزرا یہی زمانہ فن تصوف کی تصانف کا ہے مولانا جلال الدین رومی کی مثنوی اور شمس تبریز کی کتابیں ابن عربی کی فتوحات مکیہ اور فصوص الحکم اور نظامی چشتی اور سہروردی خاندانوں کے بزرگوں کے ملفوظات انہیں عہدوں کی یادگاریں ہندوستان کے مسلمان نو مسلم تھے وہ آج کل کے متھرا اور آگرہ کے رہنے والے ملکانوں اور الور بھرتپور کے میوؤں کی طرح مسلمان تو تھے مگر اسلام کی حقیقت سے قطعا بے خبر تھے اس لئے قرآن و حدیث کے سیکھنے پڑھنے اور سمجھنے کی اہمیت و ضرورت سے تو افغانستان اور ایران بھی کما حقہ آشنا نہ رہے تھے اور کتاب و سنت کے حقیقی مفاہیم اور حقائق اس زمانے کے غیر شرعی پیروں اور فقیروں اور درویشوں کے ملفاظات و تلقینات کی جھپٹ میں آکر دھندلکے میں آگئے تھے چنانچہ اس زمانہ کے ہندی مسلمانوں کا تذکرہ ہم کو اس عہد کی مشہور تاریخی کتاب تاریخ فیروز شاہی مصنفہ ضیاء الدین برنی میں ملتا ہے جس کو ہم بطور خلاصہ کے اپنے الفاظ اور درج کرتے ہیں اگر کسی کو یہ کتاب دستیاب ہو جائے تو وہ اسے دیکھ لے دقیق فارسی جاننے والے نایاب ہوتے جا رہے ہیں ایک بے نظیر محدث اور عالم جن کو شمس الدین ترک کہتے تھے مصر سے حدیث کی چار سو کتابیں لے کر ملتان آئے تھے اور ملتان سے دہلی جانے کا قصد رکھتے تھے انہوں نے جب یہ بات سنی کہ ہندوستان کا بادشاہ جامع مسجد دہلی میں جمعہ کی نماز پڑھنے نہیں آتا تو وہ بہت رنجیدہ ہوئے اور شہر دہلی کے حالات سن سن کر ملتان ہی سے واپس چلے گئے واپس جانے سے پہلے انہوں نے ایک رسالہ یا خط لکھ کر سلطان علاؤالدین خلجی بادشاہ دہلی کے پاس روانہ کیا اس میں لکھا تھا کہ میں مصر سے دہلی کا ارادا کر کے چلا تھا کہ دہلی میں قیام کر کے علم حدیث کی اشاعت کروں گا میں محض خدا اور رسول ﷺ کی خوشنودی کے لئے آیا تھا کہ لوگوں کو علم حدیث کی طرف متوجہ کر کے خیانت کرنے والے پشہ در مولویوں اور بد دیانت عالموں کی روایتوں سے نجات دلاؤں لیکن چونکہ آپ خود ہی نماز نہیں پڑھتے اور نماز جمعہ بھی ادا نہیں کرتے لہذا میں ملتان ہی سے واپس جا رہا ہوں میں نے سنا ہے کہ آپ کے شہر میں احادیث نبوی پر کوئی عمل نہیں کرتا میں حیران ہوں کہ جس شہر میں حدیث نبوی کے ہوتے ہوئے دوسرے لوگوں کی ہدایتوں پر عمل کرتے ہیں۔

تباہ کیوں نہیں ہو جاتا اور عذاب الہی اس پر کیوں نازل نہیں ہو جاتا میں نے سنا ہے کہ شہر میں سیاہ رو و بد بخت مولوی فتوے اور نا معقول روایتوں کی کتابیں کھولے ہوئے مسجد میں بیٹھے رہتے ہیں اور روپیہ پیسہ لے کر لوگوں کو قسم قسم کے حیلے اور جھوٹی تاویلیں بناتے رہتے ہیں مسلمانوں کے حق کو باطل کرتے اور خود بھی غارت ہوتے ہیں یہ تاریخ اسی زمانہ کی لکھی گئی ہے جب سلطان فیروز تغلق کا عہد حکومت تھا جو اس کے عہد کے نامور مورخ کی تاریخ ہے اسی زمانے کی ایک کتاب فتوحات فیروز شاہی کے نام سے ملتی ہے اور ہندوستان کے بیشتر کتب خانوں میں موجود ہے اس زمانے کے ہندوستانی مسلمانوں اور ہندوستان کے عام اسلامی حالات کا اندازہ کرنے والوں کے لئے ہم تھوڑی سی عبارت نقل کرتے ہیں ہمارا دل اس کا ترجمہ کرنے کو نہیں چاہتا اہل علم پڑھیں اور اس زمانے کے عالموں پر نوحہ کریں۔

تومے بلباس دہریہ و ترک و تجرید مرداں را گمرہ می کردند و مریدے ساختند و کلمات کفری گفتند طائفہ ملحداں دا باحتیاں جمع شدہ بودند و خلق را با لحاد و اباحت دعوت می کردند دور شب بمقام معین جمع می شدند از مرداں محرم و غیر محرم و شراب درمیان می آوردند و می گفتند این عبادت است دزناں دا مراں و خواہراں بیک دگر دراں شب جمع می آوردند و جامہ ہر کہ بر دست کسے از ایشان می افتاد می با اوزنا کردے پیران ایشاں شیعہ بودند شیعی ہباں کہ ایشاں را روافض می گویند بسبب رفض و شیعہ مرداں را دعوت می کردند و رسالہا دکتابہا دراییں مذہب پرداختہ و تعلیم و تدریس پشہ ساختہ بودند خلفاء راشدین دام المومنین عائشہ صدیقہ و جمیع صوفیائے کبار رضی اللہ عنہ را سب صریح و شتم قبیح می گفتند و لواطت می کردند قرآن مجید را ملحقات عثمانی می خواندند و رسم عادتے کہ در دین اسلام جائز نیست در شہر مسلماناں جبلت شدہ بود کہ عورات در ایام متبرکہ جماعت پالکی سوار و گردوں سوار دڈوا سوار داستور سوار فوج فوج و جوق جوق پیادہ از شہر بیروں آمدند و بیزارہا می رفتند۔ آٹھویں صدی ہجری کے اوائل تک مسلمانوں کے حالات کو پڑھ دل روتا ہے کہ اس زمانے کے لوگ کتاب و سنت سے کس قدر دور جا پڑے تھے کوئی کفر ایسا نہ تھا اور کوئی شرک ایسا نہ تھا کوئی بدعت ایسی نہ تھی کوئی رسم رواج ایسا نہ تھا جس کو مسلمان نہ کرنے لگے ہوں مگر اسی زمانے میں اللہ عزوجل نے کچھ تھوڑا سا سامان ایسا بنا دیا کہ ایک ٹمٹماتا چراغ دہلی میں روشن ہو گیا جس نے شرک بدعت کے کے محاذوں کو توڑنا اور رسم و رواج کی اندھیروں میں اجالا کرنا شروع کر دیا چنانچہ مولانا اکبر شاہ صاحب اپنی مشہور کتاب قول حق میں تحریر فرماتے ہیں۔

آٹھویں صدی ہجری کے ربع اول تک ہندوستان میں کتاب وسنت کی تبلیغ واشاعت کا کوئی کام اہتمام سے نظر نہیں آتا تھا سلطان محمد تغلق نے تخت نشین ہوکر کتاب وسنت کی اشاعت کا خصوصی اہتمام وانتظام اپنے ہاتھ میں لیا مراسم پرست قاضیوں آباپرست مفتیوں اور ہواپرست اماموں کو موقوف کرکے ان کی جگہ مامور کرنے کےلئے کتاب وسنت سے واقف اور کتاب وسنت پر عمل کرنے والے عالموں کی تلاش وجستجو شروع ہوئی اور جہاں تک قابل آدمی مل سکے مذکورہ عہدوں پر مامور کیے سلطان محمد تغلق کو سمجھ دار اور کتاب و سنت سے واقف لوگوں کی کس قدر تلاش تھی اور ایسے لوگوں کا ہندوستان میں کس قدر کال تھا اس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ اس کو جب یہ معلوم ہوا کہ خواجہ نصیر الدین ادوھی المعروف بہ چراغ دہلی کتاب وسنت کے عالم اور احادیث نبوی پر عمل کرنے کے شائق ہیں تو سلطان نے ان کو مجبور کیا کہ وہ حضرت شاہ نظام الدین اولیاء کی خانقاء اور زاویہ تنہائی کوچھوڑ کر سلطان کی مصاحبت اختیار کریں اور اپنے علم حدیث سے دربار شاہی کو مستفیض ہونے کا موقع دیں۔

خواجہ ممدوح کی طرف سے انکار اور سلطان کی طرف سے اصرار ہوا یہاں تک کہ اس انکار اور اصرار نے ترقی کرکے دونوں میں کشیدگی اور ناخوشی پیدا کردی اس باخدا روشن خیال اور تبلیغ کتاب وسنت سلطان نے جب شرکیہ اور بدعیہ مراسم کے خلاف کوششیں کیں تو تمام عالم نما جاہل اور مسلم نما بددین لوگ اس کی مخالفت پر کمر بستہ ہوگئے اس سے برا یہ کہ سب سے بہتر سلطان کو بدنام کرنے اور اس کے تمام بنے ہوئے کاموں کو بگاڑنے کےلئے مراسم پرست صوبہ داروں آباپرست فوجی سرداروں نے اور نالائق منشیوں نے متفق ہوکر اور بہت سے خانقاہ نشینوں کو بھی اس سازش میں شریک کرکے سندھ کے ریگستان میں اس کا اور اس کی اولاد کا خاتمہ کردیا اور اس کے روشن خیال ومدبر وزیر کو دہلی کے قریب بے دردی سے قتل کرکے اطمنیان کا سانس لیا۔

(اخبار اہلحدیث دہلی یکم مئی 1952ء)

---

1 عراق عرب کی قدیم بندرگاہ بصرہ ہے یہاں اسلام کے عرب تبلیغ وتاجر آن کر جمع ہا کرتے تھے اور یہیں سے بحری راستوں کے ذریعے دور دراز ملکوں اور شہروں اور سواحلی آباد پہنچتے اور تبلیغ اسلام کیا کرتے تھے مشرقی ایشیاء کے مسلمانوں کا انہیں مبلغوں اور تاجروں کی مخلصانہ کارگزاریوں کا نتیجہ ہے

1 یہاں یہ بات غور کرنے کی ہے کہ نبی نوح انسان نے جو علوم فنون عقل کی تیزی سے ہزاروں سال کی محنتوں اور جان کاہوں سے مدون اور واضح کئے تھے اور ان پر بے شمار کتابیں عہد بنی عباس اور نبوامیہ اور فاطمہ میں مسلمانوں نے لکھی اور لکھوائی تھیں اور انہوں نے اس کی توسیع واشاعت کےلئے ملکوں اور شہروں میں بہت سے ادارے کھول ڈالے اور ان علوم فنون کو ہمارے علماء کرکے دنیا کی تہذیب وتمدن کو چار چاند لگا دیئے اگر ان علوم کی ترقی اور اشاعت مسلمانوں میں ہوتی رہتی تو ہم نہیں جانتے کہ دنیا کے مسلمانوں کا رخ کیا ہوتا اور ان کی منزل کہاں ہوتی مذاہب مخترعہ اور شاعرانہ عیاشی اور مصنوعی تصوف نے ان علوم وفنون کو ایک زبردست دھکا لگایا کہ اس طرف سے مسلمانوں کی طبائع کا رجحان ہٹ گیا اور علوم عقلیہ اور صحیح فکر وعمل سے وہ بے گانہ ہوتے چلے گئے اور آج وہ ان علوم سے ایسے بے گانہ بن چکے ہیں۔

کہ گویا ان میں کبھی آئے ہی نہ تھے صرف اپنے بزرگوں کی چند پرانی کتابوں کو لئے پھرتے ہیں اور کہتے رہتے ہیں کہ ہمارے بزرگ ایسے تھے ہمارے کالج تھے ہماری یونیورسٹیاں تھیں دور حاضرہ کا ایک جرمنی اور امریکی فلاسفر پوچھ سکتا ہے کہ تم بتاؤ تم کیا ہو تو کٹھ جواب بن پڑے گا اور اب یہ ہمارے مسلمان عالم اپنے ماضی کو یاد کرکے اپنے بڑوں پر نوحہ خوانی کرتے رہتے ہیں کبھی یہ شعر بھی پڑھتے ہیں۔ بہا راب جو دنیا میں آئی ہوئی ہے۔ یہ سب پورا نہیں کی لگائی ہوئی ہے۔

2 مثنوی مولانا رومی اس زمانے کے تصوف کی اچھی کتاب ہے جس کو آج بے فکرے مسلمان عوام کی مخلفوں میں جھوم جھوم کر پڑھنے کا ثواب حاصل کرتے رہتے ہیں مثنوی مولوی ومعنوی ہست قرآن درزبان پہلوی مگر صاف کہلے یہ قرآن سے ہجر بعد ہے۔ 12۔ منہ

ھذا ما عندي واللہ أعلم بالصواب

فتاویٰ ثنائیہ امرتسری

جلد2ص674

محدث فتویٰ